شہرت پر گرفتار رہتا ہے اور وہ اسی خیال میں پریشان و سرگرداں رہتے ہیں ؎

حسد چہ میبری اے بے ہنر ز قرب عزیزیکہ زکوئی دوست ترا دور کرد خوردن دبا خلق

اخلاق میں خیالات کا بڑا درجہ ہے اگر ہمارے خیالات میں مایوسی ہے تو ہم مایوس نظر آتے ہیں۔ اور اگر خوشی ہے تو ہم خوش نظر آتے ہیں۔ مایوسی اور امید کا انحصار خیالات پر ہے یعنی جیسی انسان کی طبیعت ہوگی ویسا ہی وہ انسان ہوگا اور گوتم بدھ کا بھی یہی فلسفہ ہے ؎

ازجہاں جویا شدم تا مایۂ اندوہ چیست گفت ہر ذرہ بپاسخ طبع ناخرسند تو

رشید یاسمی نے بعض ایسی چھوٹی اور پیاری نظمیں بھی لکھی ہیں جن کے اندر ان کا شاعرانہ فن نظر آتا ہے ان میں انھوں نے مختلف حقایق کو اُجاگر کیا ہے۔ واعظ کے طور پر نہیں بلکہ ایک شاعر کی حیثیت سے۔ وہ ایک انسان کی طرح زندگی کے نشیب و فراز پر غور و خوض کرتے ہیں اور عوام کو اس کے اسرار و رموز سے سیدھے سادے الفاظ میں واقفیت دلاتے ہیں۔ تشبیہات و استعارات میں انھوں نے وہ ابدی اقدار بیان کی ہیں جو کہ اس دنیا کے لوگوں کو عزیز ہیں اور جو ہمیشہ اچھی نظروں سے دیکھی جائیں گی۔ اس لئے نہیں کہ ان کو شعروں میں ادا کیا گیا ہے بلکہ اس وجہ سے کہ ان کے اندر دائمی سچائیاں شعروں کا جامہ پہنے ہوئے ہیں۔ اسی لئے بے شک و شبہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ ان کی اخلاقی شاعری میں ہوشمندی، دنیاداری اور جوشِ عمل کی خوبیاں ہیں جو رشید یاسمی کو جدید فارسی شعرا میں ممتاز درجہ دلاتی ہیں۔ ہمیں ان کی شاعری میں انسانی دل کی پکار سنائی دیتی ہے۔ انھوں نے انسانی زندگی کی عکاسی بڑی چابک دستی سے کی ہے، ہمارے پژمردہ دل کی کلی اسی سے کھلتی ہے اور ہم اپنے غمزدہ دل کی دوا اسی میں تلاش کرتے ہیں۔ اور اس حقیقت کو کون جھٹلا سکتا ہے کہ شاعر وہی مقبولِ عام ہوتا ہے جو عوام سے قریب ہو، جو ہمارے جذبات و احساسات کی صحیح ترجمانی کرے، جو ہمارے اوپر زندگی کی تلخیوں کے راز منکشف کرے، جو ہمارے دلوں کو چھوتی ہوئی باتیں کہے اور جو ہمیں نئی مسرت عطا کرے۔ رشید یاسمی کی شاعری میں یہ تمام خصوصیات موجود ہیں اور یہی "صفات قدسی" ان کے مستقبل کی درخشندگی کا اعلان کرتی ہیں جس سے کوئی بھی صحیح الدماغ انسان انکار نہیں کر سکتا۔

مرزا غالب نے کہا ہے ع

شعروں کے انتخاب نے رسوا کیا مجھے

یہ واقعہ ہی نہیں بلکہ سچائی ہے کہ ان ابدی سچائیوں کے جوہر پرکھنے میں یا تمی کی شخصیت کا نقاب اُٹھ جاتا ہے۔ اور انھوں نے ان اخلاقی قدروں پر زور دیا ہے جو انھیں خود عزیز ہیں، جو انسان کو دوامی زندگی عطا کرتی ہیں اور جن پر انسانیت کی عمارت تعمیر کی گئی ہے۔ رواداری، نیکی انسانی عظمت، دردمندی، خود اعتمادی، عاجزی، محنت، مشکل پسندی، اتحاد، انسان دوستی اور کشادہ قلبی وغیرہ ایسی خوبیاں ہیں جن پر دنیا کی تمام ترقیوں کا دار ومدار ہے اور جن کی بدولت انسان ہر مشکل مرحلے کو بہ آسانی طے کر سکتا ہے۔ ان باتوں سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ وہ امن اور شانتی کے حامی ہیں۔ ان کی شاعری دنیاوی امن قایم کرنے میں ممد ومعاون ثابت ہو سکتی ہے، موجودہ زندگی کی تلخیوں کو کم کر سکتی ہے۔ اور جس کے مطالعہ سے دلی سکون حاصل کیا جا سکتا ہے۔ یہی وہ مقام ہے جہاں ان کی شاعری حلقۂ شام وسحر سے نکل کر جاوداں ہو گئی ہے۔ ان کی شاعری ہمیں کام کرنے کا جذبہ عطا کرتی ہے۔ زندگی واقعی جد وجہد کا نام ہے وہ ہمیں پیغام عمل کا درس دیتے ہیں۔ ان کا یہ پیغام صرف ایرانیوں کے لئے نہیں ہے بلکہ تمام دنیا کے لوگوں کے واسطے بھی ہے اور آفاقی کلچر کی تعمیر میں بھی ان کا حصّہ ہے جو آنے والی نسلوں کے لئے شمع راہ کا کام دے سکتا ہے اور جس سے دنیا سرسبز وشاداب ہو سکتی ہے۔

اس کے علاوہ انھوں نے عیب جوئی، ظلم، کاہلی، غیبت، بدگوئی اور بُرے خیالات جیسی برائیوں کو ترک کرنے کی تلقین کی ہے۔ کیوں کہ یہی وہ انسانی کمزوریاں ہیں جو اس کی ترقی میں حائل ہوتی ہیں اور اسے ذلیل کرتی ہیں۔ ان کے کلام کو پڑھنے سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ وہ بلا واسطہ یا براہ راست ہندوستان کے فلسفۂ اخلاق سے متاثر نظر آتے ہیں۔ وہ مذہبی رواداری کے علمبردار ہیں اور انسانیت اور محبت ان کا ایمان ہے یہی وجہ ہے کہ ان کی اخلاقی شاعری میں آفاقیت اور دُنیاوی زیر کی دونوں پائی جاتی ہیں، اور یہی وہ خوبیاں ہیں جو ان کی شاعری کی آب وتاب اور بوئے یاسمن میں کبھی کمی نہیں آنے دیں گی۔